اسلامی عقدِ وکالت کے حوالے سے کریڈٹ کارڈ کا تجزیاتی مطالعہ

Credit Card in the perspective of Islamic contract of Wakālah: An analytical study

*محمد شعیب خان

**ڈاکٹر حافظ غلام یوسف

ABSTRACT

Wakālah contract is a lawful concept in Islamic Shari'ah, in which one person or party, the principal, engages another, the agent, to act for him, e.g. to do his work, to sell his goods, to manage his business. It has its own rules and regulations in Shari'ah. In the modern era, the types of transactions are increasing day by day, in which complications are occurring rapidly. Credit Card is of great importance in this regard. Among the parties of credit cards are various contracts. Wakālah may exist in these contracts, yet credit card contracts are not applicable in the perspective of Wakālah rules and regulations, however, they also refer to Hawālah contract remittance. In this paper analysis of Credit cards in the light of the Islamic Wakālah Contract will be discussed.

Keywords: *Wakālah Contract. Credit Card, Wakālah perspective. Analysis*

....

*پی ایچ۔ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

**چیئرمین شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

عقدِ وکالت اسلامی شریعت میں ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز ہے۔اس کے ذریعے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنا حقِ تصرف سپرد کرتا ہے۔ دورِ جدید میں اس کی ضرورت زیادہ ہوگئی ہے؛ کیونکہ بہت سارے ایسے معاملات ہیں جنہیں کوئی شخص بذاتِ خود نہیں کر سکتا؛ اس لئے کہ اُنہیں یا تو فرصت نہیں ہوتی یا اس کام کے بارے میں علم نہیں ہوتا یا کوئی قانونی پابندی ہوتی ہے، چنانچہ وہ کسی دوسرے شخص کو نامزد کرتا ہے۔ دورِ جدید میں کریڈٹ کارڈ کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے؛ کیونکہ مغربی ممالک میں بالخصوص اور اور کچھ مشرقی ممالک میں اس کا رواج بڑھ رہا ہے۔ جس کے ذریعے حاملِ کارڈ(Card holder) فوری قیمت کی ادائیگی کے بغیر اشیاء کی خریداری، کرایہ داری اور دوسرے بہت سارے اُمور سرانجام دے سکتا ہے اور پھر تاجر قیمت کا مطالبہ کارڈ جاری کرنے والے ادارے سے کرتا ہے۔ان عقود کی عقود کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جو کارڈ جاری کرنے والے ادار اور حاملِ کارڈ، اسی طرح کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور تاجر کے مابین ہو رہے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں اسلامی عقدِ وکالت کے حوالے سے ان عقود کا تجزیہ پیشِ خدمت ہے۔

وکالت کے لغوی معنی:

وکالت عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ بابِ "توکیل" سے اسمِ مصدر ہے۔اس کا مادہ "وک ل" ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا اطلاق دو(۲) معانی پر ہوتا ہے:

1۔ التفویض إلي الغیر والإعتماد:[1]

یعنی کسی دوسرے شخص پر اعتماد کر کے اپنا کام سپرد کرنا۔

اسی معنی کے لئے قرآن مجید میں یہ مادہ استعمال ہوا ہے؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾[2] أي "وفوّض إلى الله أمرك يا محمد، وثق به."[3]

2۔ الحفظ والقيام بالأمر:

یعنی حفاظت اور کسی کام کو سرانجام دینا، چنانچہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے جس کو کوئی کام سپرد کر کے اپنا قائم مقام بنائے۔ لسان العرب میں ہے: "وكيل الرجل الذي يقوم بأمره لأن مؤكّله قد وكّل إليه القيام بأمره فهو موكولٌ بأمره."[4]

قرآن مجید میں وکالت کا لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ﴾[5] أي ما أنت عليهم بحفيظ.[6]

غور کیا جائے تو دونوں معانی کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ کسی آدمی پر اعتماد کرکے کوئی کام سپرد کر دینا "سبب" ہے اور پھر اس کی حفاظت اور انجام دہی "مسبّب" ہے۔ "کشاف اصطلاحات الفنون" میں ہے:

الوکالة: بالکسر والفتح اسم من التوکیل بمعنی التفویض والاعتماد، وقد تطلق علی الحفظ.[7]

وکالت کے اصطلاحی معنی:

وکالت ایک جائز عقد ہے۔ فقہاء نے اس کی تعریف اور متعلقہ مسائل کا اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں وکالت کی چند اصطلاحی تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

احناف کے ہاں وکالت

بأنها: "إقامة الإنسان غيره مقامه في تصرف معلوم."[8]

ترجمہ: "کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے کسی معلوم تصرف (کام) میں اپنا قائم مقام بنائے۔"

مالکیہ کے ہاں وکالت:

مالکی فقہاء نے بھی قریب قریب اسی طرح تعریف کی ہے، چنانچہ امام قرافی مالکیؒ (م:684ھ) وکالت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"نِيَابَةُ ذِي حَقٍّ غَيْرِ ذِي إِمْرَةٍ، وَلَا عِبَادَةٍ لِغَيْرِهِ فِيهِ غَيْرُ مَشْرُوطَةٍ بِمَوْتِهِ."[9]

ترجمہ: "کوئی (کسی تصرف کا) حق دار کسی اور آدمی کو کسی ایسے کام کے لئے اپنا نائب بنائے جو بطورِ امر (order) نہ ہو اور نہ وہ کام عبادات میں سے ہو اور مؤکل کی موت کے ساتھ بھی مشروط نہ ہو۔"

شوافع کے ہاں وکالت کی تعریف:

اکثر شافعی فقہاء نے وکالت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"تفويضُ شخص أمره إلي آخر فيما يقبل النيابة ليفعله في حياته."[10]

ترجمہ: ''کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو اپنا کوئی ایسا کام سپرد کرے جس میں نیابت جائز ہو، تاکہ وہ اس کام کو اس کی زندگی میں سرانجام دے۔''

حنابلہ کے ہاں وکالت:

حنابلہ وکالت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اسْتِنَابَةُ جَائِزِ التَّصَرُّفِ مِثْلَهُ فِيمَا تَدْخُلُهُ النِّيَابَةُ."[11]

ترجمہ: ''کسی ایسے جائز تصرف جس میں نیابت ہوسکتی ہو، میں اپنے کسی مثل کے قائم مقام بنانے کو وکالت کہتے ہیں۔''

قانون میں وکالت:

خلافتِ عثمانیہ میں رائج قانون مدنی (Civil law) میں وکالت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"الْوَكَالَةُ هِيَ تَفْوِيضُ أَحَدٍ فِي شُغْلٍ لِآخَرَ وَإِقَامَتُهُ مَقَامَهُ فِي ذَلِكَ الشُّغْلِ وَيُقَالُ لِذَلِكَ الشَّخْصِ مُوَكِّلٌ وَلِمَنْ أَقَامَهُ وَكِيلٌ وَلِذَلِكَ الْأَمْرِ مُوَكَّلٌ بِهِ."[12]

ترجمہ: ''کسی دوسرے شخص کو کوئی کام سپرد کرنا اور اس کو اس کام میں اپنا قائم مقام بنانا وکالت ہے۔ اس (سپرد کنندہ) شخص کو موکل، قائم مقام شخص کو وکیل اور اس (سپرد کئے گئے) کام کو موکل بہ کہتے ہیں۔''

عقدِ وکالت کی شرعی حیثیت:

عقدِ وکالت ایسا عقد ہے جو موکل اور وکیل کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا ہے لہذا یہ ایک جائز من الطرفین (موکل اور وکیل) عقد ہے۔ شریعت کے تمام مصادر یعنی قرآن کریم، سنتِ رسول اور اجماع سے اس کا جواز ثابت ہے۔

قرآن کریم میں وکالت:

اصحابِ کہف کی حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ قالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِما لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّها أَزْكى طَعاماً فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَداً ﴾[13]

ترجمہ: " انہوں نے کہا کہ جتنی مدت تم رہے ہو تمہارا پروردگار ہی اس کو خوب جانتا ہے۔ تم اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور آہستہ آہستہ آئے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔"

وجۂ استدلال:

اصحابِ کہف نے کھانا خریدنے کے لئے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو وکیل اور نائب بنا کر بازار بھیجا تھا۔

امام ابو بکر جصاص (م:370ھ) لکھتے ہیں:

"وَفِي هَذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلَى جَوَازِ الْوَكَالَةِ بِالشِّرَى لِأَنَّ الَّذِي بَعَثُوا بِهِ كَانَ وَكِيلًا لهم."[14]

ترجمہ: "یہ آیت وکالت بالشراء (purchase Agency)" کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے؛ کیونکہ اصحابِ کہف نے اپنے ساتھی کھانا خریدنے کے لئے بھیجا تھا۔"

احادیث میں وکالت:

عقد وکالت کا ثبوت جس طرح قرآن کریم سے ہوتا ہے اسی طرح احادیثِ رسول ﷺ سے بھی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی قولی و فعلی حدیثیں وکالت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اثار اور تعامل سے بھی وکالت ثابت ہوتی ہے:

نبی کریم ﷺ زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے اپنے نمائندوں کو بھیجا کرتے تھے، چنانچہ:

- صحیحین میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ (م:59ھ) سے روایت ہے:

عن أبي هريرة، قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر على الصدقة.[15]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو صدقہ کے لئے بھیجا تھا۔"

- امام بیہقیؒ (م:458ھ) نے اپنی سنن کبریٰ میں امام شافعیؒ (م:204ھ) کی روایت سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق (م:13ھ) اور سیدنا عمر (م:24ھ) صدقات کی وصولی کے لئے عاملین بھیجا کرتے تھے:

أن أبا بكر وعمر رضي الله عنهما لم يكونا يأخذان الصدقة مثناة ولكن يبعثان عليها في الجدب والخصب[16] .

ترجمہ: (امام) شافعی نے خبر دی کہ مجھے ابراہیم بن سعد نے خبر دی، وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما صدقات (زکوۃ) کی وصولی دو دفعہ نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ وہ عاملین کو خشک سالی اور شادابی میں بھیجا کرتے تھے۔

یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صدقات کی وصولی اور دوسرے ریاستی اُمور کے لئے اپنے عمال اور نمائندوں کو بھیجتے تھے اور ان کو یہ امور سپرد کرتے تھے۔ یہ سپردگی وکالت کے ذریعے ہوتی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود سیدنا عروۃ بن الجعد البارقی رضی اللہ عنہ (م:70ھ) کو ایک دینار دے کر بکری خریدنے کے لئے وکیل بنایا تھا، چنانچہ بخاری کی روایت ہے:

عن عروة: أن النبي صلى الله عليه وسلم « أعطاه دينارا يشتري له به شاة، فاشترى له به شاتين، فباع إحداهما بدينار، وجاءه بدينار وشاة، فدعا له بالبركة في بيعه، وكان لو اشترى التراب لربح فيه. »[17]

ترجمہ: "سیدنا عروۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُنہیں بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا، اُنہوں نے اس کے ساتھ دو بکریاں خریدی، پھر ایک بکری کو ایک دینار کے ساتھ فروخت کی، اور نبی کریم ﷺ کی طرف ایک دینار اور ایک بکری لے کر آئے، آپ نے اس کے کے لئے برکت کی دعا فرمائی، چنانچہ اگر وہ مٹی خرید لیتے اُس میں بھی کماتے"۔

اجماع میں وکالت:

شریعتِ اسلامی کے سارے احکام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ کسی ایسے حکم کو جاری نہیں کیا جس کا کوئی فائدہ اور مصلحت نہ ہو، اور نہ کسی ایسے حکم کو ممنوع قرار دیا ہے جس میں لوگوں کے لئے مصلحت ہو۔ خصوصاً معاملات کے میدان میں لوگوں کی مصلحتوں کا بہت زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ عقدِ وکالت میں بھی لوگوں کی مصلحت اور فائدہ ہے کیونکہ ایک آدمی اپنے سارے اُمور از خود سرانجام دینے سے قاصر ہوتا ہے، اس وجہ سے عقدِ وکالت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

اُمتِ اسلامیہ کے سارے فقہاء کا بھی عقدِ وکالت کے جائز ہونے پر اجماع ہے، چنانچہ فقہ کی اکثر کتب میں یہ اجماع نقل کیا گیا ہے[18]۔

عقدِ وکالت کے ارکان:

عقدِ وکالت کے ارکان میں جمہور فقہاء اور احناف سے دو طرح کے اقوال منقول ہیں:

1۔جمہور فقہاء کے ہاں وکالت کے ارکان چار ہیں:

(1)مؤکل یا اصیل (2)وکیل (3)صیغۂ وکالت یعنی ایجاب اور قبول (4)مؤکل فیہ [19]

2۔احناف کے ہاں وکالت کا صرف ایک رکن ہے:

یعنی صیغۂ وکالت (ایجاب اور قبول)ایجاب یہ ہے کہ مثلاً مؤکل کہے: " وَكَّلْتُكَ بِكَذَا " أَوْ" افْعَلْ كَذَا " أَوْ "أَذِنْتُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا" وَنَحْوُهُ.اور قبول یہ ہے کہ مثلاً وکیل کہے: " قَبِلْتُ " وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ.[20]

جمہور فقہاء اور احناف کے درمیان وکالت کے ارکان (رکن) میں اختلاف کا اصلی سبب رکن کی حقیقت اور ماہیت میں اختلاف ہے؛ کیونکہ احناف کے ہاں کسی چیز کا رکن وہ ہوتا ہے جو اُس چیز کی حقیقت اور ماہیت میں داخل ہو یعنی اُس چیز کا جزؤ ہو، [21]اور جمہور فقہاء کے ہاں کسی چیز کا رکن وہ ہوتا ہے کہ وہ چیز اس پر موقوف ہو، خواہ وہ اس چیز
کی حقیقت اور ماہیت میں داخل ہو یا داخل نہ ہو[22]۔

درحقیقت یہ اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں؛ کیونکہ عقدِ وکالت کے لئے ان چاروں چیزوں (مؤکل، وکیل، صیغہ، مؤکل فیہ) سے کوئی چارہ نہیں، اس لئے کہ صیغہ (ایجاب اور قبول) کے لئے مؤکل اور وکیل کا پایا جانا ضروری ہے؛ کیونکہ مؤکل موجِب(Offerer)ہوتا ہے اور وکیل قابل(Accepter)ہوتا ہے۔اور اسی طرح مؤکل فیہ کا موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ ایجاب اور قبول کے انعقاد کے لئے محل ہوتا ہے اور اس کے بغیر ایجاب اور قبول کا انعقاد ممکن نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ فریقین کے درمیان اس اختلاف کا کوئی ایسا کردار نہیں ہے جو احکام پر اثر انداز ہو۔[23]

احناف فقہاء مؤکل اور وکیل کو اطرافِ عقد کہتے ہیں اور مؤکل فیہ کو محل عقد کہتے ہیں۔ ذیل میں صیغۂ وکالت (ایجاب اور قبول)، مؤکل، وکیل (اطرافِ وکالت) اور مؤکل فیہ (محل عقد) کا تعارف کیا جاتا ہے۔

صیغۂ وکالت:

صیغۂ وکالت ایجاب اور قبول کو کہتے ہیں۔ایجاب کلامِ اول کا نام ہے اور قبول کلامِ ثانی کا نام ہے[24]۔

مثلاً عقدِ وکالت میں مؤکل کہے:

" وَكَّلْتُكَ بِكَذَا " أَوْ " افْعَلْ كَذَا " أَوْ " أَذِنْتُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا " وَنَحْوُهُ.اور وکیل کہے: " قَبِلْتُ" وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ. "[25]

ترجمہ:''مؤکل کہے: میں آپ کو اس (چیز) کے لئے وکیل بناتا ہوں، یا آپ یہ کام کریں، یا میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ یہ کام کریں وغیرہ۔اور وکیل کہے: میں نے یہ (معاملہ) قبول کیا یا اس طرح کی اور بات کہہ دی۔''

مؤکل کے کلام کو ایجاب (Offer) کہتے ہیں اور وکیل کے کلام کو قبول (Acceptance) کہتے ہیں۔

اطرافِ عقد:

عقد وکالت میں طرفِ اول مؤکل ہوتا ہے جسے انگریزی میں ''Principal'' کہتے ہیں اور طرفِ ثانی وکیل یعنی ''Agent'' ہوتا ہے۔

مؤکل (Principal):

مؤکل وہ شخص ہوتا ہے جس سے وکالت کا ارادہ صادر ہوتا ہے، احناف نے مؤکل کی تعریف یوں کی ہے:

"من يقيم غيره مقام نفسه في تصرف جائز معلوم."[26]

ترجمہ:''مؤکل وہ شخص ہوتا ہے جو کسی اور شخص کو اپنے کسی جائز تصرف میں قائم مقام بنائے۔''

وکیل (Agent)

وکیل وہ شخص ہوتا ہے جو مؤکل کے ارادۂ وکالت کو قبول کرتا ہے۔ الموسوعة الفقهية الكويتية میں وکیل کی تعریف یہ کی گئی ہے: "الْوَكِيل هُوَ الْمَعْهُودُ إِلَيْهِ تَنْفِيذُ الْوَكَالَةِ."[27] یعنی ''وکالت کا نفاذ جس شخص سے متوقع ہو۔''

مؤکل فیہ (Subject matter of wakalah)

مؤکل فیہ یا محل الوکالۃ، سے مراد وہ تصرف ہے جس کے لئے عقد وکالت کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

"هو التصرف المأذون فيه من الموكل للوكيل بملك أو ولاية."[28]

ترجمہ: " وہ تصرف ہے جس کی اجازت مؤکل کی طرف سے ملک کی بنیاد پر یا ولایت کی بنیاد پر، وکیل کے لئے کی جاتی ہے۔"

مثلاً وکیل کہے: وكلتك في بيع سيّارتي هذه. یعنی میرے کار کے بیچنے کے لئے میں آپ کو وکیل بناتا ہوں۔

اس مثال میں کار کا بیچنا مؤکل فیہ ہے۔

عقدِ وکالت کے حوالے سے کریڈٹ کارڈ کا جائزہ:

دورِ حاضر میں کریڈٹ کارڈ پوری دنیا میں رواج پا رہا ہے، اس کا استعمال کسی چیز کی خریداری کے وقت رقم کی ادائیگی کی جگہ، قرض کی ادائیگی، مختلف بلز، ٹیکس کی ادائیگی، بڑے بڑے ہوٹلوں کے کرایہ کی ادائیگی اور دوسرے مختلف خدمات کے لئے کیا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے مقامی کرنسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے، غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرانے یا بینک چیک کے ذریعے ادائیگی سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔ اور چوری، ڈاکہ اور دھوکہ وغیرہ سے حفاظت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک واضح معاشی انقلاب ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ مستقبلِ قریب میں کریڈٹ کارڈ نقد رقم کی جگہ لے لے۔

کریڈٹ کارڈ کی تعریف:

کریڈٹ انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اعتماد کے بھی آتے ہیں اور قرض کے بھی آتے ہیں۔

عربی زبان میں کریڈٹ کارڈ کو "بطاقة الإئتمان" کہتے ہیں۔ کریڈٹ کارڈ یا بطاقة الإئتمان کی تعریف یہ ہے:

" مستند يعطيه مصدره لشخص طبيعي أو اعتباري - بناء على عقد بينهما - يمكنه من شراء السلع أو الخدمات، ممن يعتمد المستند، دون دفع الثمن حالًا، لتضمنه التزام المصدر بالدفع."[29]

ترجمہ: " یہ ایک دستاویز ہے جسے بینک، حقیقی یا اعتباری شخص کے لئے باہمی معاہدہ کی بناء پر جاری کرتا ہے، جس سے وہ فوری قیمت ادا کئے بغیر اُن مقامات سے خریداری یا خدمات حاصل کر سکتا ہے جہاں یہ دستاویز تسلیم شدہ ہوتی ہے؛ کیونکہ قیمت کی ادائیگی کا ذمہ دار بینک ہوتا ہے۔"

کریڈٹ کارڈ میں اطرافِ عقد:

کریڈٹ کارڈ میں بنیادی طور پر تین اطراف(Parties)ہوتے ہیں:

(1) کارڈ جاری کرنے والا ادارہ (عموماً بینک ہوتا ہے)

(2) حاملِ کارڈ(Card Holder)

(3) تاجر (جو کارڈ کے ذریعے معاملہ کرنا قبول کرتا ہے)

کریڈٹ کارڈ کوئی بینک جاری کرتا ہے، مثلاًامریکن ایکسپریس(American Express)یہ تاجروں کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کہ جو کوئی تمہارے پاس آئے اور تم کو یہ کارڈ دکھائے تو ان سے سامان کی قیمت کی بجائے ایک سلپ پر دستخط لے لیں اور جتنی رقم ان کے ذمہ واجب ہے، وہ دستخط دکھا کر بینک آپ کو ادائیگی کرے گا۔ یہ تاجروں کے ساتھ معاملہ ہے۔ حاملِ کارڈ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاملہ جن تاجروں کے ساتھ طے ہے، آپ اس کارڈ کی معرفت سے ان سے فوری قیمت دینے کے بغیر چیزیں خریدیں۔ مہینے کے آخر میں مہینہ بھر خریدی ہوئی اشیاء کا بل آپ کے پاس آئے گا، اور آپ ساٹھ دن (عام طور پر یہ مدت مقرر ہوتی ہے) کے اندر ادائیگی کرے۔ اگر مقررہ مدت سے آپ نے ادائیگی مؤخر کردی تو ایک معین شرح سے سود (Interest)لاگو ہوگا۔

کارڈ جاری کرنے والا ادارہ تاجر سے کٹوتی کرتا ہے مثلاً: تاجر نے سو روپے کا سامان حاملِ کارڈ کو فروخت کیا ہے، اب ادارہ اُنہیں سو روپے کی بجائے (مثلاً) اٹھانوے روپے بطورِ کمیشن دیتا ہے۔اور حاملِ کارڈ سے کئی قسم کے رقوم لیتا ہے:

(1) ممبر شپ کی فیس، جو داخلہ فیس کہلاتی ہے۔

(2) خریدی ہوئی اشیاء کی قیمت سے اضافی رقم یعنی کمیشن، مثلاً: سو روپے کا سامان تھا اور ایک سو پانچ روپے ان سے وصول کئے۔

(3) وقت پر ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے سود۔

کریڈٹ کارڈ کا شرعی حکم:

کسی عام ادارے کے جاری کردہ کریڈٹ کارڈز کچھ غیر شرعی معاہدات پر مشتمل ہوتے ہیں، اور ساتھ ہی ان میں سود بھی ہوتا ہے، اس وجہ معاصر علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الاسلامية، البحرين کے معیار (2) میں اس کو ناجائز کہا ہے:

"لا يجوز للمؤسسات إصدار بطاقة الإئتمان ذات الدين المتجدد الذي يسدده حامل البطاقة علي أقساط آجلة بفوائد ربوية."[30]

ترجمہ: "(اسلامی مالیاتی) اداروں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ بطاقة الإئتمان ذات الدين المتجدد جاری کرے یعنی جس میں حاملِ کارڈ قسطوں میں سودی فوائد کے ساتھ رقم ادا کرے۔" یعنی مختلف مدتوں میں قسطوں میں بل ادا کرے اور اس میں سود لگایا جائے۔ اسلامی عقدِ وکالت کے حوالے سے کریڈٹ کارڈ کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارے کی فیس :

ادارہ جو حاملِ کارڈ سے ممبر شپ فیس، تجدیدی فیس اور اس کی طرف سے ادائیگی پر اضافی رقم وصول کرتا ہے، اسی طرح ادارہ تاجر سے جس رقم کی کٹوتی کرتا ہے، یہ جائز ہے کیونکہ یہ ادارے (بینک) کی خدمات ہیں اور خدمات پر اجرت لینا جائز ہے[31]۔

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور حاملِ کارڈ کے مابین تعلق:

ادارہ اور حاملِ کارڈ کے مابین ایک جہت سے وکالت کا تعلق ہے؛ کیونکہ ادارہ، حاملِ کارڈ کی جانب سے اُن کی خریدی ہوئی اشیاء وغیرہ کی قیمت ادا کرتا ہے۔ اب ادارہ وکیل ہے اور حاملِ کارڈ مؤکل ہے۔ اور پھر ادارہ حاملِ کارڈ سے جو اضافی رقم لیتا ہے وہ اُجرت علی الوکالۃ شمار ہو گی۔

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارے اور تاجر کے مابین تعلق:

ادارہ اور تاجر کے مابین بھی وکالت کا تعلق نظر آرہا ہے؛ کیونکہ ادارہ، تاجر کے لئے کارڈ کو قبول کرتے ہوئے، ان کی فروخت کی ہوئی اشیاء کی رقم وصول کرتا ہے اور پھر تاجر کو ادا کرتا ہے۔ اب ادارہ وکیل ہے اور تاجر مؤکل ہے۔ اس طرح کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والا ادارہ دونوں جانبین کی طرف سے وکیل ہے۔

کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے ادارہ کی شرعی حیثیت:

ادارہ ایک شخصِ اعتباری[32] ہے۔جو حاملِ کارڈ اور تاجر دونوں کی جانب سے وکیل ہے۔حامل کارڈ کی جانب سے دین (قرض) کی ادائیگی کے لئے وکیل ہے اور تاجر کی جانب سے دین کی وصولی کے لئے وکیل ہے۔احناف کے ہاں یہ وکالت غیر صحیح ہے[33]۔البتہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں یہ وکالت جائز ہے۔چنانچہ کریڈٹ کارڈ جاری کرنے والے اداروں کے معاہدات میں یہی صورت ہوتی ہے، کہ ادارہ حاملِ کارڈ کی جانب سے ادائیگی کرتا ہے اور تاجر کے لئے وصولی اور قبضہ کرتا ہے[34]۔

لیکن راجح یہ ہے کہ ادارہ اور حاملِ کارڈ کے درمیان وکالت کا عقد درست نہیں؛کیونکہ مؤکل(حاملِ کارڈ) کا بعض صورتوں میں[35]() کوئی مال وکیل(ادارہ) کے ہاں نہیں ہوتا کہ وہ اس میں ادارہ کو وکیل بنائے اور ادارہ اس کی طرف سے ادائیگی کرے۔چنانچہ اگر اس کا اجراء اس طور کیا جائے کہ حامل پہلے سے اپنی رقوم بینک یا کارڈ جاری کرنے والے ادارے کے ہاں جمع کرے اور پھر اپنی رقوم کی بقدر وہ اس سے فائدہ حاصل کرے تو جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

کارڈ کے تعلق کو اگر حوالہ پر محمول کیا جائے کہ حاملِ کارڈ "محیل"ہو، کارڈ جاری کرنے والا ادارہ "محال علیہ"ہو،اور تاجر "محال لہ" ہو،تو گنجائش ہے۔[36]

البتہ حوالہ میں بھی ضروری ہے کہ محال علیہ پہلے سے محیل کا مقروض ہو،اور یہاں اس طرح نہیں ہے۔لہذا یہ بینک کی جانب سے حاملِ کارڈ پر قرض ہوگا اب جب بینک حامل سے اداشدہ رقم سے زیادہ وصول کرے تو یہ "ربا اور سود" ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصہ یہ کہ دورِ حاضر میں مالی معاملات میں تنوع اور پیچیدگی کافی حد تک زیادہ ہوگئی ہے ان میں کریڈٹ کارڈ کا معاملہ بہت اہمیت کا حامل ہے؛کیونکہ مغرب و مشرق کے بہت سارے معاملات میں اس کا دخل ہے، جس کے ذریعے ایک آدمی خریداری، کرایہ داری اور دوسرے بہت سارے امور فوری رقم دیئے بغیر سرانجام دے سکتا ہے۔لیکن یہ بعض غیر شرعی معاہدات پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے عصرِ حاضر کے فقہاء نے اس کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔کریڈٹ کارڈ کے پارٹیوں (کارڈ جاری کرنے والا ادارہ۔حاملِ کارڈ۔تاجر) کے مابین جو تعلقات ہیں،اُن

میں فقہاء کی تصریحات کے مطابق عقدِ وکالت کا انطباق متعذر ہے لہذا بعض فقہاء نے ان تعلقات کو عقدِ حوالہ پر منطبق کئے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1]- الفراهيدي ، الخليل بن أحمد بن عمرو بن تميم، أبو عبد الرحمن، البصري (م: 170ھ)كتاب العين، 403:5، دار ومكتبة الهلال، بدون تاريخ طبع. / الفارابي، إسماعيل بن حماد، أبو نصر،الجوهري (م: 393هـ) الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، باب اللام فصل الواو، مادة: وكل، دار العلم للملايين، بيروت 1407 هـ - 1987ء. / ابن منظور الأفريقي، أبو الفضل، محمد بن مكرم، جمال الدين (م: 711هـ)، لسان العرب، باب اللام، فصل الواو، مادة: "وكل" حوالہ سابق -/ المناوي ، زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين، الحدادي، القاهري (م: 1031هـ)، التوقيف على مهمات التعاريف ، باب الواو فصل الكاف فصل اللام مادة: "وكل"، عالم الكتب، القاهرة، 1410هـ-1990ء.

[2]- الاحزاب33: 3

[3]- الطبري، أبی جعفر،محمدبن جریر(م:310ھ)، جامع البيان عن تاويل اٰي القران ، تحقق: أحمد محمد شاكر ، 20: 204، مؤسسة الرسالة، بيروت 1420ه.

[4]- ابن منظور الأفريقي، أبو الفضل، محمد بن مكرم، جمال الدين (م: 711هـ)، لسان العرب، باب اللام، فصل الواو، مادة: "وكل" حوالہ سابق۔

[5]- الزمر39: 41

[6] - الزجاج، إبراهيم بن السري بن سهل، أبو إسحاق (م: 311هـ)، معاني القرآن وإعرابه، تحقيق: عبد الجليل عبده شلبي، 4 :356، عالم الكتب، بيروت 1408 هـ - 1988م.

[7] - التهانوي، محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر، الفاروقي، الحنفي (م: بعد1157هـ)، موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، نقل النص الفارسي إلى العربية: د. عبد الله الخالدي،2 :، مكتبة لبنان ناشرون، بيروت، 1996ء-

[8] - ابن امير الحاج، أبو عبد الله، شمس الدين، محمد بن محمد(م:879ھ)، التقرير والتحبير، 2 :29، دارالكتب العلمية، بيروت 1403ھ ./ البابرتي، أكمل الدين، محمد بن محمد بن محمود، أبو عبد الله، الرومي (م: 786هـ)، العناية شرح الهداية، 7 :499، دارالفكر، بيروت بدونِ تاريخ طبع.

[9]- القرافي، أبو العباس، شهاب الدين، أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن ، المالكي (م: 684ھ)، الفروق = أنوار البروق في أنواء الفروق، 4 :55، عالم الكتب، بيروت بدون تاريخ طبع.

[10] - السنيكي، ابو يحي، زكريابن محمد زكريا، الأنصاري (م: 926هـ)، أسنى المطالب في شرح روض الطالب، 260:2، دارالكتب العلمية، بيروت، 2000م.

[11] - البهوتى، منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس، الحنبلى(م: 1051هـ)، دقائق أولي النهى لشرح المنتهى المعروف بشرح منتهى الإرادات، 2 :184، عالم الكتب، بيروت، 1414ه-1993م-

[12]- مجلة الأحكام العدلية، لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية ،1 :280، مادة:1449.

[13] - الكهف18: 19

[14] - الجصاص، أبو بكر، أحمد بن علي، الرازي، الحنفي،(م: 370ه) أحكام القرآن، 5 :40، دارإحياء التراث العربي، بيروت 1405ه.

[15] - البخاري، أبو عبدالله، محمد بن إسماعيل بن ابراهيم(م: 256هـ)، صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب: قول الله تعالى: وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله (التوبة: 9: 60)، 2 :122، رقم الحديث: 1468، دار طوق النجاة، بيروت، 1422ه. و القشيري، أبو الحسن، مسلم بن الحجاج، النيسابوري (م: 261هـ)، صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب: في تقديم الزكاة ومنعها، 2 :676، رقم الحديث:983، دار إحياء التراث العربي، بيروت، بدون تاريخ.

[16] - البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى(م: 458 ھ)، السنن الكبرى، كتاب الزكاة، باب: ما على الإمام من بعث السعاة على الصدقة، 4 :184، رقم الحديث: 7359، دار الكتب العلمية، بيروت، 1424 هـ - 2003 م.

[17] - صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب:، 4 :207، رقم الحديث:3642، حواله سابق-

[18] - ابن نجيم ،زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المصري (م: 970هـ)، البحر الرائق شرح كنز الدقائق،7 :141، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية - بدون تاريخ- / السنيكي، أبو يحيى، زكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري، زين الدين (م: 926هـ)، أسنى المطالب في شرح روض الطالب، 2 :260،

دار الكتاب الإسلامي، بدون طبعة وبدون تاريخ/ الحطاب، أبو عبد الله، محمد بن محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، المالكي (م: 954هـــ)، مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، 5 :181، دار الفكر، بيروت 1412ه .

[19] - الشيخ عليش، محمد بن أحمد بن محمد، أبو عبد الله، المالكي (م: 1299ھ)، منح الجليل شرح مختصر خليل، 6 :369 دارالفكر، بيروت 1409ھ -1989م.

[20] - الكاساني ، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، الحنفي (م: 587ھ)، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 6 :20، دار الكتب العلمية، بیروت، 1406هـــ - 1986م .

[21] - ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (م: 1252هـــ) ، رد المحتار على الدر المختار، 1 :94.

[22] - الزحيلي، وهبة بن مصطفي، الفقه الإسلامي وأدلته، 5 :4056، دار الفكر، بيروت، بدون طبعة.

[23] - العاني، محمد رضا عبد الجبار، الوكالة في الشريعة والقانون، ص 6، دارالكتب العلمية، بيروت، بدون تاريخ.

[24] - الحدادي، الحنفي، أبو بكر بن علي بن محمد (م: 800هـــ)، الجوهرة النيرة، 184:1، المطبعة الخيرية، 1322ھ۔

[25] - الكاساني ، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، الحنفي (م: 587ھ)، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 20:6۔

[26] - الموسوعة الفقهية الكويتية، 21:45، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت، 1414ه.

[27] - الموسوعة الفقهية الكويتية، 23:45.

[28] - الموسوعة الفقهية الكويتية، 26:45.

[29] - مجلة مجمع الفقه الإسلامي، منظمة المؤتمر الاسلامي بجدة، العدد السابع، 431.

[30] - هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الاسلامية، البحرين، المعيار الشرعي (بطاقة الحسم و بطاقة الإئتمان)، رقم (2)بند: 3/3/3.

[31] .فتاوي ندوات البركة، 1981-1997، ص: 203، 204، مجموعة البركة، جدة، 1997م.

[32]۔ *شخص اعتباری یا قانونی*(Legal person)*ایک جدید تصور ہے اور قدیم فقہ میں اس کی تعریف نہیں ہے البتہ اس کے نظائر جیسے: وقف، بیت المال اور ترکہ مستغرقہ بالدین ،موجود ہیں، جس کی بناء پر اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا*۔(الزرقاء، مصطفیٰ، المدخل الفقهي العام،3: 353، دار احیاء التراث العربی، بیروت س ن۔)

33 - وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْوَاحِدُ وَكِيلًا لِلْمَطْلُوبِ فِي قَضَائِهِ وَوَكِيلًا لِلطَّالِبِ فِي الِاقْتِضَاءِ.(السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، شمس الأئمة (م: 483هـــ)، المبسوط، 19 :72، دار المعرفة، بيروت، 1414هـــ-1993م.

34 - ابو سليمان، عبد الوهاب ابراهيم، البطاقات البنكية الإقراضية والسحب المباشر من الرصيد: دراسة فقهية قانونية اقتصادية معاصرة، ص: 209، دار القلم، جدة، 1998م.

35 - جیسے خریداری کی قیمت حاملِ کارڈ کے بیلنس سے زیادہ ہو تو ادارہ حاملِ کارڈ کا قارض ہوا۔

36- مجلسِ ادارت اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈز کے شرعی احکام، وھبۃ مصطفی زحیلی، مقالہ: کریڈٹ کارڈ اور شریعتِ اسلامی، ص:78، دار الاشاعت، کراچی، مارچ 2008.